تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب	:	حضرت حکیم الامت، مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علمی اور عملی مجددانہ کارنامے
مرتب و مؤلف	:	محمد اقبال قریشی
نام کتاب	:	حضرت حکیم الامت، مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تعلیمی خدمات
مرتب و مؤلف	:	رانا محمد اشرف
ناشر	:	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، جامع مسجد تھانے والی، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر
سالِ اشاعت	:	۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء
صفحات	:	بالترتیب ۲۴۰ اور ۷۷
قیمت	:	بالترتیب ۱۰۵ روپے اور درج نہیں
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر سفیر اختر*

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) ماضی قریب کے بلند پایہ عالم دین اور شیخِ طریقت تھے، انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور میں ایک طرف اس کے پہلے مدرس ملاّ محمود سے استفادہ کیا تو دوسری جانب دارالعلوم کے اوّلیں طالب علم مولانا محمود حسن (جو تعلیمی مراحل سے گزر کر اپنی مادر علمی میں پڑھانے لگے تھے، پھر وہیں صدر المدرسین ہوئے، اور آخر حیات میں ''شیخ الہند'' کے لقب سے معروف ہوئے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ ۲۱ برس کی عمر میں مولانا تھانوی مروجہ دینی تعلیم سے فارغ ہوئے تو مولانا رشید احمد گنگوہی نے اُن کے سر پر دستارِ فضیلت رکھی۔

مولانا تھانوی نے عملی زندگی کا آغاز جو کچھ پڑھا تھا، اسے پڑھانے سے کیا اور مدرسہ فیض عام-کانپور میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اسی مدرسے کے ایک جلسۂ تقسیم اسناد میں مجلس ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا تھا، اور جدید و قدیم نظام ہائے تعلیم میں بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے بارے میں سوچا گیا تھا۔ یہی سوچ مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی دارالعلوم ندوۃ العلماء-لکھنو کی تأسیس پر منتج ہوئی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مدرسہ فیض عام کانپور میں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد اسی شہر میں مدرسہ جامع العلوم میں منتقل ہو گئے، تاہم ۱۸۹۸ء میں اُن کا ۱۴ برسوں پر محیط تدریسی دور اس

☆ چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی-اسلام آباد

وقت اختتام کو پہنچ گیا، جب وہ اپنے شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی (م ۱۸۹۹ء) کے مشورے پر خانقاہ امدادیہ-تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر-اُتر پردیش) میں بیٹھ گئے، اور پھر یہ خانقاہ کم و بیش ۴۵ برس تک اُن کی جملہ علمی و ادبی، اصلاحی اور تجدیدی خدمات کا مرکز بنی رہی۔

مولانا تھانوی ایک مصلح تھے۔ اُنہوں نے زبان و قلم سے افراد اور بحیثیت مجموعی معاشرے کی اصلاح کی کوششیں کیں۔ اُن کی علمی خدمات میں تفسیر ''بیان القرآن'' سرفہرست ہے جو اُردو زبان کے تفسیری سرمائے میں ممتاز ہے، اِسی طرح تصوف و اخلاق اور علم کلام میں اُن کی متعدد تالیفات ہیں۔ فقہی و اصلاحی حوالے سے اُن کی تالیفات ——''بہشتی زیور''، ''اصلاح الرسوم''، ''تعلیم الدین'' اور ''الحیلۃ الناجزۃ''—— کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اِس کے اثرات برصغیر کے مسلم معاشرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہر طبقۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد اُن سے براہِ راست استفادے کے لیے خانقاہ امدادیہ-تھانہ بھون آتے تھے۔ خانقاہ کی منضبط زندگی اور اہل قلم کے ہر وقت وہاں حاضر رہنے کے نتیجے میں مولانا تھانوی کے فرمودات، مواعظ اور خطبات ساتھ ساتھ ہی لکھ لیے جاتے تھے، اور مختصر عرصے میں مرتب و مدون شکل میں شائع ہو جاتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُن کے معاصرین میں کسی دوسرے عالمِ دین یا شیخِ طریقت کے فرمودات و ملفوظات کو اس قدر اہتمام سے محفوظ نہیں کیا گیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ مزید برآں مولانا تھانوی نے برصغیر کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے اپنے تربیت یافتہ مستفیدین کو خلافت و اجازتِ بیعت سے نوازا، اور یوں اُن کا فیضان وسیع سے وسیع تر حلقے تک پہنچتا چلا گیا، اور یہ سلسلہ اب اُن کے خلفاء کے جانشینوں کے ذریعے بدستور جاری ہے۔

مولانا تھانویؒ کے مواعظ و فرمودات میں اُن کی زندگی اور معمولات کے بارے میں بہت کچھ موجود ہے، تاہم اُن کے عقیدت مندوں نے اُن کی متعدد سوانح عمریاں بھی لکھی ہیں اور اُن کی خدماتِ دینی پر کئی کتب و مقالات شائع ہوئے ہیں۔ خواجہ عزیزالحسن مجذوب کی ''اشرف السوانح''، مولانا عبدالباری ندوی کی ''جامع المجددین'' اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی ''حکیم الامت: نقوش و تأثرات'' وہ چند سوانح عمریاں ہیں جن سے مولانا اشرف علی تھانوی کی زندگی اور علمی و دینی مساعی پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

ہارون آباد کے جناب محمد اقبال قریشی، مولانا تھانوی اور اُن کے متوسلین کے سرمایۂ تحریر پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور گزشتہ کئی برسوں سے مولانا تھانوی کی تعلیمات کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

انہوں نے مولانا تھانوی کے فرمودات و ملفوظات اور مواعظ و خطبات، نیز اُن کے سوانح نگاروں کی تالیفات سے ماخوذ چند کتابیں مرتب کی ہیں۔ اُن کی تازہ ترین کاوش ''حضرت حکیم الامت، مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے علمی اور عملی مجددانہ کارنامے'' ہمارے پیش نظر ہے۔

کتاب کا موضوع اس کے عنوان سے ظاہر ہے۔ جناب محمد اقبال قریشی نے آغاز کتاب (تا صفحہ ۳۴) میں مولانا تھانوی کے مختصر سوانحی حالات درج کیے ہیں، اور مختلف معاصرین نے اُن کے بارے میں جن تأثرات کا اظہار کیا ہے، انہیں اپنے ذوق کے مطابق ذیلی سرخیوں کے تحت نقل کیا ہے۔ بعد ازاں مولانا تھانوی کی منضبط زندگی میں اتباع سنت، حقوق العباد کی ادائیگی کے اہتمام، معاملات کی صفائی، اصلاح معاشرت کی لگن، نیز اُن کے طریق اصلاح وغیرہ پر گفتگو کی ہے۔ یہ ساری گفتگو خود مولانا تھانوی کی تحریروں، اُن کے فرمودات و مواعظ یا اُن کے متوسلین کے حوالے سے ہے، اور ہر ایک روایت و اقتباس کا اجمالاً حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ جناب محمد اقبال قریشی نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا تھانوی ''سنن ابی داوٗد'' کی اِس حدیث: **ان اللّٰہ یبعث لھذہ الأمۃ علی رأس کل مائۃ سنۃٍ من یجدد لھا دینھا** (بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کے لیے دین کو نیا کر دے گا) کے تحت ''مجدد کامل'' تھے، اِس سلسلے میں انہوں نے مولانا تھانوی کے ملفوظات ''الافاضات الیومیہ'' سے یہ روایت بھی نقل کی ہے:

> ایک صاحب نے خود حکیم الامتؒ سے دریافت کیا کہ کیا مجدد کا مجدد ہونا کسی دلیل قطعی سے معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں، دلائل ظنّیہ سے، یعنی علامات اور آثار سے۔ ایک اور مولوی صاحب نے ہمت کر کے یہ سوال کر دیا کہ کیا حضرت، مجددِ وقت ہیں؟ فرمایا کہ احتمال تو مجھ کو بھی ہے، مگر اس سے زاید نہیں۔ جزم اوروں کو بھی نہ کرنا چاہیے، ظن کے درجہ میں گنجائش ہے، باقی قطعی یقین تو کسی مجدد کا نہیں ہوا جس پر جتنا اور جس درجہ کا فضل ہو جائے: **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء واللّٰہ ذوالفضل العظیم.** (ص ۷۹)۔

اس روایت کے بعد ایک بزرگ کے خواب اور مولانا تھانوی کی جانب سے دی گئی تعبیر درج کی گئی ہے اور نتیجہ یہ اخذ کیا گیا ہے: ''حضرت حکیم الامت کے بعد اب حضرت امام مہدی ہی آئیں گے اور آپ آخری مجدد ہیں'' (ص ۸۰)۔

جناب محمد اقبال قریشی نے مولانا تھانوی کے مجددانہ کارناموں کو علمی اور عملی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ علمی کارناموں میں اُن کے آخر حیات کی تصنیفی مصروفیات اور ان کے ایسے پسندیدہ موضوعات پر روشنی ڈالی ہے، جن پر وہ مستقل کتابوں کی تالیف و ترتیب چاہتے تھے۔ ان ہی کتابوں میں سے ایک

مولانا ظفر احمد عثمانی کی مرتبہ ''اعلاء السنن'' ہے۔ ''الافاضات الیومیہ'' کی روایت کے مطابق:
'' 'اعلاء السنن' نہایت ہی عجیب کتاب ہے، مثل 'بہشتی زیور' اِس کے بھی متعدد حصے کر دیے گئے ہیں۔ مذہب حنفیہ کی نصرت میں یہ کتاب ما شاء اللہ بے نظیر ہے۔ ہر ہر مسئلہ پر اس کے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہیں'' (ص۱۰۸)۔

عملی تجدید کے تحت مولانا تھانوی کی اُن خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو اُنہوں نے طریقت، معاشرت اور سیاست کے میدانوں میں انجام دیں۔ ''سیاسی خدمات'' کے ضمن میں تحریک ترک موالات سے مولانا تھانوی کے الگ تھلگ رہنے، شرعی قوانین کے اجراء کی خواہش رکھنے، اور آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت کرنے کا ذکر کیا گیا ہے (صفحات ۱۲۹-۱۳۹)۔ اس سلسلے میں یہ لکھا گیا ہے کہ جون ۱۹۲۸ء میں مولانا تھانوی نے کچھ بزرگوں سے کہا: ''دل یوں چاہتا ہے کہ (۱) ایک خطہ پر اسلامی حکومت ہو، جہاں (۲) سارے قوانین کا اجراء احکامِ شریعت کے مطابق ہو۔ (۳) بیت المال ہو۔ (۴) نظامِ زکوٰۃ رائج ہو۔ (۵) شرعی عدالتیں قائم ہوں'' (ص ۱۳۵)۔ اس روایت پر حسب ذیل تبصرہ لکھا گیا ہے:

> گویا تصور پاکستان سب سے پہلے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے پیش کیا، سوائے اس کے کہ اس میں لفظ پاکستان استعمال نہیں کیا۔ اس کے ٹھیک اڑھائی سال بعد شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنے مشہور خطبۂ الہ آباد میں فرمایا: ''میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک منظّم اسلامی ریاست کا مطالبہ کرتا ہوں'' (ص۱۳۵)۔

بظاہر یہ روایت ''حکیم الامت: نقوش و تأثرات'' اور ''سیرت اشرف'' وغیرہ سے نقل کی گئی ہے۔ واللہ اعلم جناب محمد اقبال قریشی نے دونوں کتابیں سامنے رکھ کر روایت نقل کی ہے، یا آخرالذکر کتاب ''سیرت اشرف'' پر ہی انحصار کیا ہے جس میں اوّل الذکر کتاب سے ایک اقتباس درج کیا گیا ہے (منشی عبدالرحمٰن خاں، ''سیرتِ اشرف''، لاہور: شیخ اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، جلد دوم، ص ۲۰۰)۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے یہ سب کچھ تصور پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے نہیں لکھا، بلکہ محض اس حوالے سے تحریر کیا کہ مولانا تھانوی جوشِ دینی اور غیرتِ ملّی میں کسی سے کم نہ تھے۔ یہ منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی کا ذہنی رویہ تھا کہ انہوں نے مولانا تھانوی کو تصورِ پاکستان کا خالق بنا دیا۔ خود مولانا دریا بادی نے ''سیرتِ اشرف'' کی ایسی بے اعتدالیوں سے اظہارِ ناخوشی کیا ہے۔ ایک مکتوب میں مولوی غلام محمد حیدرآبادی کو لکھتے ہیں: ''ملتانی صاحب نے 'سیرتِ اشرف' میں خواہ مخواہ اور بالکل بلا ضرورت اقبال کو

مولانا (تھانوی) سے ٹکرا دیا ہے، لوگوں کو معلوم نہیں لڑنے لڑانے میں کیا لطف آتا ہے'' (غلام محمد حیدر آبادی، ''رقعاتِ ماجدی''، کراچی: [۱۹۸۱ء]، ص ۵۳)۔

کیا مولانا تھانویؒ کے حوالے سے برصغیر کی تقسیم وغیرہ جیسی کوئی بات ۱۹۲۸ء میں عام آدمی کے کان میں پڑی تھی، اس دور کی کسی تحریر سے اس کی تائید ہوتی ہے، یا مولانا تھانویؒ نے ''اسلامی حکومت'' کی جدوجہد کے لیے کوئی نظم وغیرہ قائم کیا تھا؟ جب ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو اُن کے دینی جوش اور جذبے کے حوالے سے بیان کی گئی اس روایت پر انہیں سب سے پہلے تصور پاکستان پیش کرنے کا اعزاز کیسے دیا جا سکتا ہے! علامہ اقبال بھی پہلے سیاست دان نہ تھے جنہوں نے برصغیر میں ہندو-مسلم مسئلے کے لیے ہندوستان کی تقسیم کی تجویز پیش کی تھی، بلکہ اُن سے پہلے متعدد دوسرے اہل دانش بھی ایسی تجاویز پیش کرتے رہے تھے، البتہ علامہ اقبال کی تجویز کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ ایک سیاسی جماعت کے پلیٹ فارم سے پہلی بار پیش کی گئی تھی۔

مولانا تھانوی کی ''عملی تجدید'' کا تذکرہ کرنے کے بعد اُن کی حاضر جوابی، شعر و ادب سے دلچسپی اور ان کی حسِ مزاح کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اُن کی اپنے بزرگوں، معاصر علماء و زعماء، شعراء اور بزرگانِ سلف میں چند ایک کے بارے میں آراء یک جا کی گئی ہیں، یہ آراء جہاں تحقیق و مطالعہ اور تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہیں، وہیں ذوق و تأثر کا عنصر بھی ان میں نمایاں ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے جب ''تحریک وقف علی الاولاد'' شروع کی تو مولانا تھانوی کو سخت ناگوار گزرا اور انہیں محض ''مدعیان خیر خواہی قوم'' میں شمار کیا (ص۲۰۲)۔ علامہ شبلی نعمانی کی سوانحی تصنیفات کو جن کے عنوانات ''المامون''، ''الفاروق'' وغیرہ ہیں، اچھا خیال نہ کرتے تھے: ''فرمایا کہ ال نیچریت کی اولاد ہے، چنانچہ نام رکھیں گے تو الفاروق، المامون، اگر صرف فاروق یا مامون رکھتے تو کیا ہرج تھا''۔ ''سیرۃ النبی'' کی قبولیت پر فرمایا: ''آج کل اس قدر مذاق بگڑ گیا ہے کہ جہلاء کی تصنیف سے اہل کمال کی تصنیف کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ اس میں حضورﷺ کی شانِ بادشاہی تو ملے گی، مگر کمالاتِ نبوت کے ذکر کے اہتمام سے خالی ملے گی'' (ص۲۰۲)۔

اسی ضمن میں مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور بعض دوسرے معاصرین کے بارے میں بھی اُن کی آراء درج کی گئی ہیں۔ مولانا تھانوی کے زمانۂ حیات میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور اُن کے شاگردوں کے بارے میں اہل قلم، بالخصوص علامہ شبلی نعمانی اور اُن کے حلقۂ اثر کے افراد نے نہایت جوش و جذبہ سے لکھنا شروع کیا تھا، اور امام ابن تیمیہ کی کتابیں ترجمہ ہونے لگی

تھیں۔ مولانا تھانوی کے ملفوظات میں کہا گیا ہے:

ابن تیمیہ اور ابن القیم باہم استاد شاگرد ہیں، مگر تیز بہت ہیں۔ باقی ہیں ذہین اور سلطان القلم، بہت تیز چلتے ہیں، موٹر سے بھی زیادہ تیز، پھر نہیں دیکھتے کہ سڑک میں بچہ ہے یا جانور، بس اڑے جاتے ہیں، اپنی ہی کہتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے، مگر یہ طرز شانِ تحقیق نہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ شیخ ابن القیم کو عاشق سمجھتا ہوں، زاہدانِ خشک میں سے نہیں سمجھتا۔

فرمایا کہ میں ابن تیمیہ کا اتنا معتقد نہیں جتنا ابن القیم کا ہوں، کیوں کہ وہ صوفی بھی ہیں، مگر چوں کہ ابن القیم ان کا بڑا ادب کرتے ہیں، اس واسطے ابن قیم کی وجہ سے ان کا ادب کرتا ہوں۔ یہ سب نیک تھے اور نیت سب کی حفاظتِ دین تھی (ص۲۰۸)۔

کتاب کے آخر میں مولانا تھانوی نے اپنی بعض تصنیفات و تالیفات کو جس طرح دیکھا ہے، اس کا بیان ہے۔

جناب محمد اقبال قریشی کی اس تالیف کی ورق گردانی کرتے ہوئے اولیں احساس یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف اوقات میں چند عنوانات کے تحت مولانا تھانوی کے ملفوظات و مواعظ اور ان کی سوانح عمریوں یا معاصرین کی تحریروں سے اقتباسات یک جا کیے اور حسب ضرورت انہیں کتابچوں کی صورت میں مرتب کرتے ہوئے ان کی غرض و غایت لکھی، اور انہیں الگ نام بھی دیے۔ مثال کے طور پر صفحہ ۴۰ پر یہ تحریر نظر سے گزرتی ہے: ''آج کل رسالہ 'اشرف الارشاد فی حقوق العباد' زیر ترتیب ہے---- بندہ محمد اقبال قریشی خادم مجلس صیانۃ المسلمین-ہارون آباد''۔ صفحہ ۳۷ پر یہ جملہ دکھائی دیتا ہے: ''اس مختصر مضمون میں چند واقعات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ خود صاحبِ افادات آداب معاشرت پر کس قدر عمل پیرا ہے''۔ مولانا تھانوی کی حس مزاح کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کے عنوان ''اشرف اللطائف فی الظرائف'' اور اس کے ابتدایے سے تو بالکل واضح ہے کہ ایک پمفلٹ مرتب کرنا مقصود ہے۔

مذکورہ احساس کے ساتھ یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ ایک عقیدت مند کی کاوش ہے جو نہ صرف صاحب سوانح کی ہر بات کو من و عن سو فیصد صحیح سمجھتا ہے، اور اس کی تائید کرتا ہے، بلکہ آراء کی صحت کی چھان بین نہیں کرتا (جیسا کہ تصور پاکستان کے حوالے سے ہم نے نشان دہی کی ہے)۔

کتاب میں مؤلف کے اس ذہنی روّیے کے ساتھ مختلف اوقات میں لکھے ہوئے مضامین کو محض

یک جا کرنے کا تأثر بھی موجود ہے، یوں ایک ہی موضوع پر معلومات مختلف عنوانات کے تحت بکھری ہوئی ہیں۔

رانا محمد اشرف کے کتابچے ''حضرت حکیم الامت، مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تعلیمی خدمات'' کا زاویۂ نظر بھی جناب محمد اقبال قریشی جیسا ہے۔ اس کتابچے میں مولانا تھانوی کا مختصر سوانحی خاکہ دینے کے بعد اُن کے دس شاگردانِ رشید کا تعارف لکھا گیا ہے۔ تعلیم وتعلم کے حوالے سے طلبہ سے مولانا تھانوی کے اُنس اور لگاؤ، ان کے طریقِ تربیت، آدابِ تعلیم ومتعلم اور حقوق متعلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتابچے کا مآخذ مولانا تھانوی کے ملفوظات و مواعظ اور اُن کے بارے میں دستیاب سوانحی کتب ہیں۔

''ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ-ہارون آباد'' کی دونوں کتابیں نیوز پرنٹ پر چھپی ہیں۔ پہلی کتاب مجلد ہے، اور دوسری کی جلد کارڈ بورڈ کی ہے۔ کتابت کی اغلاط، اگر زیادہ احتیاط سے درست کر لی جاتیں تو قاری کی کوفت خاصی کم ہو جاتی، تاہم اُمید ہے کہ آئندہ اشاعتوں کو بدقتِ نظر پڑھا جائے گا، اور دونوں کتابیں خوب تر انداز میں شائع ہوں گی۔